1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فی التاریخ فکرة ومنهاج

فکر ومنہج

تاریخ کے آئینہ میں

تالیف : الاستاذ سید قطب شہید رحمہ اللہ

اردو ترجمہ: مدثر احمد لودھی حفظہ اللہ

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

http://www.muwahideen.tk

info@muwahideen.tk

مشمولات کتاب

❁ بیداری جس کے بعد نیند نہ ہو:

ایک زندہ عقیدہ جو اپنے ماننے والوں کو قوت فراہم کرتا ہے۔عقیدہ اسلام جو سامراج کے لئے خطرے کی گھنٹی ہے۔یوم نجات قریب ہے۔

❁ منہج ادب:

ادب و اقدار،عمر الخیام کی اقدار۔زندگی کا اسلامی تصور۔اسلام کا ھدف تجدید۔اسلام ہی انسانی خلا پر کرسکتا ہے۔اصل انسانی تکریم ہے نہ کہ طبقاتی کشمکش اور باہمی عناد۔متوجہ ادب

❁ اسلام فن وحیات پر مشتمل ایک تحریک ہے:

عالم منظور کی مقبول تحریک۔حقیقی ترقی محض ڈھکوسلہ نہیں۔قرآن کا ادراک اور اس پر عمل ناگزیر ہے۔اسلام جزءلا یتجزٰ ہے۔

❁ پیغام اسلام اور اجتماعی تحفظ:

اسلامی نظام میں فردی حقوق۔انفرادی و اجتماعی مسئولیت کی ذمہ داری۔مادی کوششیں اس ذمہ داری کا فقط ایک پہلو ہیں۔اہلیت۔

❁ فکر و منہج تاریخ کے آئینہ میں:

اسلامی تاریخ سے متعلق یورپی نقطہ نگاہ کا نقص۔ہماری تاریخ قدیم عربی اور استشراقی صورت میں۔تاریخ کی تیسری ناتمام صورت۔تاریخ کو از سر نو نئے زاویے سے مرتب کرنا۔تاریخ لکھتے وقت جن عوامل کا اعتبار ضروری ہے۔اسلامی تاریخ کو انسانی تاریخ سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔تاریخ کی از سر نو کتابت مندرجہ ذیل مراحل میں۔اسلام عہد نبوت میں

،اسلامی نشر واشاعت ۔تجدید۔آج کا عالم اسلام ۔جس تاریخ کا ہم مطالعہ کرتے ہیں وہ مختلف نواقض سے آلودہ ہے۔۔تاریخی غلطیاں امتوں کے مابین رکاوٹیں ڈالتی ہیں۔

❁ واحد راستہ:

روز بروز یہ بات واضح ہوتی جارہی ہے کہ اسلامی گروہوں کے پاس اس سرزمین پر ایک راہ ہے صرف ایک راہ دو راہ نہیں اسلام کی راہ اور اسی کی بنیاد پر ڈھڑا بندی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیداری جس کے بعد نیند نہ ہو

اگر عالم اسلام کے مقدر میں موت ہوتی تو طویل صدیوں کے دوران ہی مر چکا ہوتا جبکہ طوقوں اور بیڑیوں میں مقید، طویل تہذیب انسانی کا بوجھ اٹھائے ہوئے اور تھک جانے کے بعد آرام کی نیند سو چکا تھا اور مغربی استعمار اس وقت توانا و فارغ اور زمین کے بڑے خطوں پر قابض اور اپنا سارا بوجھ نیند کے نشے میں عالم اسلام کے سینے پر ڈالے ہوئے تھا۔

اگر عالم اسلام کے مقدر میں موت ہوتی تو آرام و نینداور استعماری قوت کے موسم کے دوران ہی مر جاتا لیکن نہیں مرا بلکہ کسی سرکش وضدی کی طرح جوش میں آکر زنجیریں توڑنے اور خود کو ہر بوجھ سے آزاد کرنے اور بوڑھے ہوتے ہوئے استعمار کو للکارنے لگا۔

آج کا انسان جہاں بھی نظر ڈالے وہاں اسے یہی زندہ جوش، تحریک اور سرفروشی کی انتہاء دکھائی دیتی ہے حتی کہ جو اقوام اب تک آرام کی وادی میں اور تسلط کے بھاری بھرکم بوجھ تلے دبی پڑی تھیں جب اپنی حالت پر غور کرتی ہیں تو انہیں اپنے جوڑوں میں زندگی سرایت کرتے ہوئے اور ہلاکت کے بعد روشنی کی کرن دکھائی دیتی ہے جو عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ بن جائے گی۔

آخر وہ کیا ہے جس سے نیند و آرام، کمزوری و گمشدگی، دبدبے و مجبوری اور ایسے غاصبانہ قبضے کی جس نے اسے چکنا چور، اور اس کی زندگی کا چراغ گل کرنے کی بھرپور کوشش کر لی ان کی طویل صدیاں گزر جانے کے بعد بھی ان اقوام کی پوشیدہ توانائی کی حفاظت کی۔

یقیناً یہ وہ مضبوط عقیدہ ہی ہے کہ سامراج اپنی بھرپور فکری، روحی، اجتماعی اور سیاسی جدوجہد کے باوجود بھی

اسے مات نہیں دے سکا یہی وہ عقیدہ ہے جو اپنے حاملین کو رفعت بخشتا ہے یقیناً عزت اللہ اس کے رسول اور اہل ایمان کے لیے ہی ہے یہ عقیدہ اپنے حاملین کو اس عروج کو قائم ودائم رکھنے کے لیے سخت مقابلے، زندگی کی جدوجہد اور غاصبین کے مقابل شکست نہ ماننے کا حوصلہ دیتا ہے خواہ وہ مادّی قوت سے لیس ہوں کیونکہ اللہ جبار السموات والارض القاهر فوق عباده اجمعين پر ایمان رکھنے والوں کو محض مادی قوت سے خوفزدہ نہیں کیا جاسکتا۔

اس زندہ عقیدے نے ہی ان باہم گشت وگریباں اقوام کی پوشیدہ توانائی کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ انہیں نئی زندگی عطا کی۔استعمار کے سامنے ڈٹا دینے والے نشاطات وجذبات کی اصل بنیاد یہی عقیدہ ہے۔

یہ عظیم حقیقت قابل التفات ہے اس کی ذریعے ہم اپنی جدوجہد میں اس عقیدے کی قدر ومنزلت جان سکتے ہیں اور یہ بھی کہ استعمار کوئی بچوں کا کھیل نہیں بلکہ یہ تمام عالم اسلام میں اس عقیدے اور اس کے داعیان کا استیصال چاہتا ہے کیونکہ استعمار اس عقیدے کے وجود کو اپنے لئے خطرہ قرار دیتا ہے اور حق ہوتا ہی وہ ہے جسے استعمار اپنے لئے خطرہ سمجھے اس کے گرد ہر طرف خطرے کی گھنٹیاں بج رہی ہیں جبکہ حاملین عقیدہ اللہ جبار وقہار کے لئے استعمار کے خلاف اپنی صفیں مضبوط کررہے ہیں۔

استعمار نے اپنا سبھی کچھ خرچ کرڈالا اور کچھ لمحوں کے لئے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ استعمار جیت گیا اور عقیدہ نے شکست کھائی کہ پھر پلٹ نہ سکے گا پھر اچانک ہی یہ خواب غفلت سے ایسا جاگا کہ پھر سونے کا نام تک نہ لیا!اور اب عالم اسلام میں ایک کونے سے دوسرے کونے تک سامراج کے خلاف ایک ہی آواز گونج رہی ہے اور دھرتی پر ہر سو حریت کے لیے مذاکرات وجنگیں لڑی جارہی ہیں کیونکہ حریت وہ مسئلہ ہے جس پر کبھی اختلاف نہیں رہا اور اسلامی عقیدہ خطے میں نظریہ آزادی کو اپنائے ہوئے ہر جگہ اپنی جڑیں مضبوط کررہا ہے۔

یوم نجات قریب ہے پو پھٹنے والی ہے افق پر روشنی پھیلنے ہی والی ہے اب عالم اسلام بیدار ہوجانے کے

بعد کبھی نہ سوئے گا زندگی کے بعد کبھی نہ مرے گا اگر مرنا ہوتا مر چکا ہوتا اور نہ اسلامی عقیدہ شکست سے دوچار ہوگا یہی تو عالم اسلام کی خود کو زندہ رکھنے کی کوششوں میں رہبر و رہنما رہا یہ کیسے مر سکتا ہے یہ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی روح ہے اور اللہ زندہ ہے مرے گا نہیں۔

منہج و ادب

اب ان زندہ اقدار سے عبارت ہے جو فنکار کے ضمیر پر اپنا اثر چھوڑ جائیں۔ یہ اقدار ایک نفس سے دوسرے نفس، ایک حالت سے دوسری حالت اور ایک زمانے سے دوسرے زمانے تک مختلف ہوتی رہتی ہیں لیکن ہر حال میں زندگی کا ایک معین تصور دیتی ہیں اور انسان اور کائنات اور انسانوں کے مابین باہمی تعلقات کو اجاگر کرتی ہیں۔

اور اگر ہم ادب و دیگر عام فنون کو ایسی اقدار سے مجرد قرار دینے کی کوشش کریں جن کا کوئی اثر نہ ہوتا ہو یا احساس انسانی میں وہ کامیاب بھی ہو جائیں۔ جو کہ ناممکن ہے۔ تب بھی ہمارے ہاتھ سوائے بے کار عبارات، کھوکھلے خطوط، مجہول آوازوں اور بہری سماعتوں کے کچھ نہ آئے گا۔ ایسے ہی ان اقدار کو زندگی کے کلی تصور، انسان اور کائنات کے باہمی تعلقات اور زندگی کے خاص تصور سے متعلق انسانی شعور یا عدم شعور سے الگ کرنے کی کوششیں بھی عبث لاحاصل ہیں کیونکہ بہرحال یہ شعور انسانی نفس میں قائم ہے زندگی کی اقدار کو اس کی نگاہ میں متعین کرتا ہے اور انہی اقدار کی بنا پر شعور انسانی کے مختلف تاثرات ہوتے ہیں۔ مثلاً عمر الخیام ہی کو لے لیں زندگی اور انسان اور کائنات کے مابین تعلقات کے حوالے سے اس کا ایک خاص تصور تھا اس کے اس تصور کے اثرات ظاہر ہوئے اور اس کے نفس میں زندگی کی اقدار مختلف ہوگئیں۔

اس نے کائنات کو ایک ایسی بند کتاب سے تصور دیا انسانی علم جس کی ایک سطر بھی انسان نہ پڑھ سکا ہو

اور ایسی غائب اور مجہول شئے سے انسان جس کے دروازے کو بلاتوقف مجنوؤں کی طرح کھٹکھٹائے چلا جارہا ہو۔اس میدان میں انسان نہیں جانتا کہاں سے آیا اور کیوں؟ اور نہیں جانتا کہ کہاں جائے گا اور نہ جانے کے متعلق شعور ہی رکھتا ہے۔

لبست ثوب العمر لم استنث　　وحرت فيه بين شتى الفكر

وسوف انضوه برغمی ولم　　ادرك لماذا جئت اين المفر

افنيت عمرى فى اكتناه القضاء　　وكشف ما يحجبه فى الخفاء

فلم اجد اسراره وانقضى　　عمري واحسست دبيب الفناء

میں نے زندگی کا لباس تو پہن لیا پر شعور نہیں رکھتا مختلف افکار سے نالاں ہوں اور عنقریب اپنا اندازہ بیان کردوں گا حالانکہ میں جان نہیں سکا کہ کہاں سے آیا کہاں جاؤں۔میں نے اس معاملے کی تہ میں پہنچنے اور خفاء کے پردے میں چھپی حقیقت جاننے کے لئے اپنی عمر بتادی میری عمر گزر گئی موت کی آہٹ محسوس کرتا اس راز کو نہ پاسکا۔

انسان اور کائنات کے مابین تعلق کو اس تصور کی بناء پر ہی خیام زندگی کی ان اقدار سے متعلق تصورات کو مرکزیت دینے لگا جن کا تاثر وہ اپنے فن میں پیش کرتا ہے۔انسان جس اندھیرے میں جی رہا ہے یہ زندگی جس کی ابتداء وانتہاء نامعلوم ہے اس قابل نہیں کہ انسان اس کی پرواہ کرے اور اسے اپنے نفس میں اہمیت دے لہٰذا اس کی تمنا بھی لا حاصل ہے۔

افق وصب الخمرة أنعم بها　　واكشف خبايا النفس من حجبها

ورد أوصانی بها قبلما　　یصاغ دِنٌّ الخمر من تربها

سانتحی الموت حثیث الورود　　وینحمی اسمی من سجل الوجود

هات اسقینها یاسنی خاطری　　فغایة الایام طول الجهود

مسلسل خمار سے مجھے اب افاقہ ہے میں بہتر محسوس کرر ہا ہوں اور نفس کے مخفی زاویوں کو بے حجاب کرر ہا ہوں میرا انگ انگ زندگی کی دوڑ میں داخل ہو چکا ہے اس سے قبل کہ خمار کے اس مٹکے کو زمین دوز کیا جائے میں موت سے بچ جاؤں گا جہاں سے بھی آئے اور موت کے عالم وجود سے مجھے نام بخشے گی۔ اے میرے نفس کو سیراب کرنے والے آجا مجھے زندگی کا جام پلا دے (ایام) زندگی کی انتہاء لمبی نیند پر ہے۔

اگر خیام کے نزدیک زندگی کا اس میں انسان اور کائنات کے مابین تعلقات کا تصور کچھ اور ہوتا تو اس کے احساس میں زندگی کی اقدار بھی مختلف ہوتیں اور اس کی فنی توجہ بھی لامحالہ کچھ اور ہی ہوتی مثلاً اگر اس کا یہ تصور ہوتا کہ وہ نہر حیات کا ایک قطرہ ہے لیکن ایسا قطرہ جو نہر کے اھداف مثلاً بہاؤ، ریل پیل، تری اور شادابی بخشنا انہیں محسوس کرسکتا ہے تو اس کی نظر میں زندگی کی اقدار کچھ اور ہوتیں اور اگر اس کا یہ تصور ہوتا کہ وہ اللہ کی روح کا ایک نفخہ ہے جس نے جسدیت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے تا کہ زمین پر اس کی جانشینی کرے اس میں انشاء وایجاد کرے تو اس کی نگاہ میں زندگی کی اقدار کچھ اور ہوتیں ایسے ہی اگر اس کا یہ تصور ہوتا کہ وہ کسی طبقے کا ایک فرد ہی ہے اور اس کے طبقے اور دیگر طبقات میں ایک کشمکش ہے جیسا کہ بعض لوگ یہی تصور رکھتے ہیں تو معاملہ کچھ اور ہوتا علیٰ ھذا القیاس۔

اس زندگی میں انسان اور کائنات کے مابین باہمی تعلقات کا ہر خاص تصور چند اقدار کو جنم دیتا ہے جو آداب وفنون پر اثر انداز ہوتی ہیں خواہ متصورین ان تاثرات کا شعور رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں لیکن عوامل اور دوافع جن پر آج تک اتفاق نہ ہوسکا کے اعتبار سے تصورات بدلتے رہتے ہیں۔

اوراسلام بھی زندگی کا ایک خاص تصور ہے جس سے زندگی کی مخصوص اقدار جاگزیں ہوتی ہیں لہٰذا ان اقدار کی تعبیر اور فنکاروں کے نفس میں ان کی وقعت کا مختلف ہونا طبعی امر ہے۔

اسلام کی بنیادی خاصیت اس کا عالی شان، سرگرم، متحرک، موجود و مجدد عقیدہ ہونا ہے جو نفس اور زندگی کے ہر خلا کو پر کرسکتا ہے اور بڑی طاقت کو شعور، عمل، وجدان اور حرکت میں پوری قوت سے داخل کر دیتا ہے اور غیرت و آزردگی اور پراگندہ خیالات و نامکمل تصورات کے لئے کوئی خلاء باقی نہیں رہنے دیتا۔

اوراس کی سب سے بڑی ظاہر خوبی اس کی علمی واقعیت ہے جو غور وفکر و خیالات و دلچسپیوں تک میں ہے ہر غور وفکر خیال انسان اور کائنات کے فطری تعلقات کا ادراک یا اس ادراک کی کوشش ہے، خالق اور مخلوق یا عالم وجود کی تفصیلات کے مابین تاکید ہے اور ہر شوق و دلچسپی ھدف کو ایجاد کرنے یا اسے حاصل کر لینے کا ذریعہ ہے خواہ ھدف کتنا ہی کٹھن و طویل ہو۔ اسلام زندگی کی تشکیل و ترقی کے لئے آیا ہے ہر دور یا ہر جگہ کی ڈگر پر چلنے کے لئے نہیں اور نہ ہی محض ہر ایک کو دھکیلنے لگام ڈالنے مختلف رجحانات پیدا کرنے اور پابندیاں لگانے کا ریکارڈ قائم کرنے خواہ مخصوص وقت کے لئے ہوں یا طویل مدت کے لئے۔

تجدید اسلام کا اہم ہدف

اسلام کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ زندگی کو تجدد و تطور اور ترقی اور انسانی صلاحیتوں کو انشاء، آزادی اور عروج عطا کرے اسی لئے زندگی کے اسلامی تصور سے مشتق فن و ادب بشری کمزوری کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ہی اسے پیش کرنے میں وسعت سے کام لیتا ہے بالفاظ دیگر اسے ابھارنے کی کوشش بھی نہیں کرتا چہ جائیکہ اسے دلائل سے مزین کرے کہ اس کمزوری کا وجود ہے لہٰذا اس کے انکار یا اسے چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اسلام اس بات کا انکار نہیں کرتا کہ انسانیت میں کمزوری موجود ہے لیکن اسلام اسی طرح یہ بھی بتاتا ہے کہ انسانیت میں قوت بھی ہے اور اس قوت کو کمزوری پر غالب کرنا اور انسانیت اور اس کی تطویر و ترقی کو عروج بخشنا زیادہ اہمیت رکھتا ہے نہ کہ اس کی کمزوری کو اجاگر اور مزین کرنا۔

زندگی کے اسلامی تصور سے مشتق فن و ادب بسا اوقات انسانی کمزوری کے ان لمحات کو پستی کے ان لمحات سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے اور انہیں ضرورت کی اسی اور اس کے بندھن سے آزاد کر دیتا ہے اور ایسا مفہوم اخلاق کے تنگ معنی میں اثر انداز ہوئے بغیر کرتا ہے اور زندگی کے اسلامی تصور کے مزاج اور زندگی کے تطویر و ترقی سے متعلق اسلامی مزاج سے متاثر ہو کر ایسا کرتا ہے اور زندگی میں صرف لمحاتی یا وقتی صورت حال پر اکتفاء نہیں کرتا۔ اسلامی نظریہ اس زمین پر انسانی سلبیت پر یقین نہیں رکھتا اور نہ ہی اس حقیر دور پر جو درحقیت زندگی کو جدت بخشتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلامی تصور سے مشتق فن و ادب وجود بشری کے کمزور، ناقص اور پست ہونے کا نعرہ نہیں لگاتا اور نہ ہی اس کے حواس اور ان کی زندگی کے خلا کو حسی لذات کے خیالات اور ایسی اشتہاء جس کا نتیجہ حیرت و تشویش اور حسد و سلبیت کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا سے پُر کرتا ہے۔

بلکہ اس ہستی کے لئے عروج و آزادی سے دلچسپی کا نعرہ لگاتا ہے اور اس کی زندگی اور حواس کے خلاء کو ان بشری اھداف سے پر کرتا ہے جو زندگی کے تطور و ترقی کے ضامن ہوں خواہ کسی فرد کے ضمیر میں یا کسی جماعت کی صورت حال میں۔ نصیحت آموز خطبات اسلامی تصور سے مشتق فن و ادب کی سبیل نہیں بلکہ ابتدائی وسیلہ ہیں نہ کہ حقیقت حال کے لیے عملی فن اور نہ ہی یہ فن و ادب انسانی تشخص اور بالیدہ صورت حال کو جھوٹ کے آئینے میں پیش کرتے ہیں اور نہ ہی زندگانی بشر کو کسی ایسی صورت میں جس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔ بلکہ یہ انسان کے اندر چھپی اور ظاہری اقدار کی اور ان مقاصد حیات کی سچی تصویر پیش کرتا ہے جو بھیڑیوں کی کسی جماعت کو نہیں بلکہ عالم انسان کو زیب دیتے ہیں۔

اسلامی تصور سے مشتق فن و ادب کا مرکزی نقطہ نظر یہ ہے کہ اسلام زندگی کی دائمی ترقی کی تحریک ہے جو

حقیقت سے لمحاتی یا وقتی طور پر خوش ہونا نہیں چاہتا اور نہ ہی حقیقت کو محض بطور حقیقت عمدہ اور مزین کر کے پیش کرتا ہے بلکہ اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس حقیقت اس کے حسن اور دوام کو ایسی تحریک سے بدل دیا جائے جو زندگی کی نئی شکل کو جنم دے۔

تاریخ کی مادی تفسیر کی طرف متوجہ اس فن وادب کے ساتھ بسا اوقات کوئی ایک لمحہ ملتا ہے پھر الگ ہو جاتا ہے۔اس فن میں طبقاتی کشمکش ہی ترقیاتی تحریک کا محور ہے جبکہ اسلام اس طبقاتی کشمکش کو ذرہ بھی اہمیت نہیں دیتا کیونکہ بشری اهداف پر اس کی نظر بڑی وسیع اور گہری ہے یہ اجتماعی ظلم کو پسند نہیں کرتا نہ خود کرتا ہے اور نہ لوگوں کو اس کی ترغیب دیتا ہے بلکہ اس نظام کو بدلنے کی بھر پور جدو جہد کرتا ہے لیکن اس کی ترقیاتی تحریک کی بنیاد طبقاتی تفریق نہیں بلکہ انسانی تکریم اور اس کی پر تجدید انسانیت کا اس پستی سے اخراج ہے جس کی طرف انسان مجبور ولاچار ہو جائے اور اس خیال سے بھی کہ زندگی صرف کھانے پینے اور جسم کی بھوک ہر حال میں مٹانے کا نام ہے۔

چنانچہ اسلامی فکر میں ترقیاتی تحریک کا محور انسانیت کا ارتقاء اور اسے آزادی وعروج اور انشاء وایجاد کی طرف بڑھانا ہے اس راہ میں اسے کچھ طبقاتی کانٹے درپیش ہیں جنہیں اس کی پابندیاں چن کر اس کے اثرات کا خاتمہ کر دیتی ہیں۔

یہ انسان کے دکھوں کو بنظر حقارت نہیں دیکھتا لیکن ان کا مداوا طبقاتی تفریق سے بھی نہیں کرتا کیونکہ یہ تفریق تو بذات خود ایک ایسی قید ہے جو بلندیوں کے حصول کی طرف انسانی آزادی کی راہ میں حائل ہے۔

پھر یہ ان دکھوں کا واقعی عملی مداوا نہ کہ محض نصیحانہ اور خیالی مداوا کیسے کرتا ہے ادب کے صفحات پر اس کی گنجائش نہیں۔اہم بات یہ ہے کہ ہم اسلامی فن وادب کو ایسا فن وادب ثابت کریں جو زندگی کے اسلامی تصور اور اس زندگی کے بشری تعلقات کی حقیقت اور فکر اسلامی کی حقیقت کی طرف متوجہ ہو اور اسی حقیقت سے وہ تحریک مراد ہے جو اسے انشاء وایجاد اور ترقی وعروج عطاء کرے۔

اسلام فنون کا مخالف نہیں بلکہ ان تصورات واقدار کا مخالف ہے جن کی تعبیر یہ فنون کرتے ہیں اور عالم نفس میں ان کے بدلے ایسے تصورات واقدار فنی تصورات کی ایجاد پر قادر ہوں جو تصور اسلامی کے مزاج سے خود بخود پھر جائیں اور اس کے امتیازی خصائص میں ڈھل جائیں۔

اس اعتبار سے اسلامی فن وادب کا ایک خاص منہج ہے جس کا التزام اس کے تمام پہلوؤں میں لازم ہے۔اس منہج کے تصور میں یہ کلمہ خط اول کی حیثیت رکھتا ہے اسی کی بنیاد پر ہم درس وتقریر، شرح واختلاف اور تنقید کرتے ہیں تمام تحریروں میں تمام پہلوؤں میں۔

اسلام فن وحیات پر مشتمل ایک تخلیقی تحریک ہے

جب تک ہم اسلامی مزاج کو ایک مکمل اکائی کی حیثیت سے نہ سمجھ لیں اسلام کی متعدد جوانب میں سے کسی ایک جانب کو بھی نہیں سمجھ سکتے اسلام محض چند نتیجہ خیز شعائر، دعوت اخلاق اور حکومت واقتصاد اور بین الاقوامی تعلقات کے نظام کا نام نہیں یہ اسلام کے متعدد پہلوؤں میں سے چند ہیں۔مکمل اسلام نہیں۔اسلام تو ایک تخلیقی تحریک ہے جس کا ھدف انسانی زندگی کو اپنے سے ماقبل تمام نظاموں سے ہٹا کر ایک نئی سمت پر لا کھڑا کرنا ہے اس تخلیقی تحریک کا سرچشمہ زندگی کا ایک خاص تصور ہے جو اپنی تمام اقدار وتعلقات پر مشتمل ہو وہ تصور جو اسلام نے پیش کیا وہ تحریک جو ضمیر کی گہرائیوں میں اتر کر اس کے نفس کو عالم حقیقت سے روشناس کرا دے اور صرف اسی صورت میں تمام ہو جب عالم حقیقت سے روشناس ہو جائے۔مغربی کلچر کے مزاج اور اسلام کے مزاج میں یہ ایک بنیادی فرق ہے وہ کلچر محض چند پرگندہ خیالات ہیں جو ایسا ہی رہے گا کیونکہ وہ ایسا عالم چاہتا ہے جو نا منظور ہے جس کی حقیقت مطلوب

نہیں کیونکہ اس مزاج کے ساتھ وہ عالم ہستی پر برقرار نہیں رہ سکتا جبکہ اسلام زندگی کے ایک خاص تصور پر مشتمل ایک تخلیقی تحریک ہے برقرار رہ سکتی ہے اس کی دعوت کو قبول کرتے ہی اور ایسے مثبت انداز جو صرف احساسات اور علامات پر اکتفاء نہ کرے اس میں اس سے متاثر ہوتے ہی انسانی طبیعت و مزاج میں اسے مکمل طور پر اپنانے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔اور جب اسلامی عقیدہ نفس انسانی میں ٹھہر جاتا ہے تو چین سے نہیں بیٹھتا کہ ضمیر کی گہرائیوں میں محض ایک وجدانی شعور کے طور پر ہی رہے گا بلکہ خود کو عالم حقیقت پر منوانے کی تگ ودو میں لگ جاتا ہے اور عالم منظور میں ایک مؤثر تخلیقی تحریک کی صورت اختیار کر لیتا ہے ایسی تحریک جو زندگی اور اس کے رنگوں و خیالات و تعمیر کو جلا بخشے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کی حقیقت جانتے ہی سمجھ گئے کہ ان کا نفس ایک ایسی نئی ترکیب کا متقاضی ہے جو اسلام کے لائے ہوئے نئے تصور کے موافق ہو اور جاہلیت کی پرانی ترکیب جس کی بنیاد و زندگی کے معین تصورات اور معین حقیقت ہے اس کی بقاء و ثبوت ممکن نہیں اور نہ ہی وہ نئے اسلامی تصور کے مقابل جم سکتی ہے بلکہ اس پرانی ترکیب کو مکمل طور پر بدلنے کی ضرورت ہے تا کہ ایک نئی تعمیر اور خاکہ وجود میں آئے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰی جَبَلٍ لَرَاَیْتَهُ خَاشِعاً مُتَصَدِّعاً مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ.

یعنی اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتار دیتے تو آپ دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے بیٹھ جاتا ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

قرآن نے پہاڑ سے بھی مضبوط چیز یعنی نفس انسانی کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تا کہ ایک نئی وضع پر اس کی ترکیب کرے۔چنانچہ یہ ناممکن ہے کہ عقیدہ اسلامیہ دل میں گھر کر لینے کے بعد اسمیں دبکا بیٹھا رہے یا فقط عبادات و رسومات پر اکتفاء کر لے بلکہ ضروری ہے کہ زندگی کے اسلامی تصور کے مطابق اس کی مکمل زندگی کو ایک نیا رنگ دے عبادات و شعائر کی راہ پر گامزن کرے کیونکہ یہی انسانی دل کے اپنے خالق سے تعلق کی بنیاد ہے یہی وہ تعلق ہے جس کے ذریعے مدد، جوش اور ولولہ حاصل ہوتا ہے بالکل اس طرح

جس طرح فنون آداب وتصورات نفس انسانی کی تعبیر کرتے ہیں۔

نئی زندگی کی اختراع کی یہ راہ اس کی نئی طرز ہے نہ کہ پرانی ہی طرز کی مرمت آپ ایک نئی عمارت اس کے خاکے کے مطابق بنائیں اور ایک عمارت کی مرمت کروائیں ان دونوں میں واضح فرق ہے یہ مرمت کبھی بھی تعمیر نو نہیں کہلائے گی۔

اسلام انسانی زندگی کی ایک نئی صورت پیش کرتا ہے اس کی مکمل صورت یہ خاکہ انسانی کو اپنی بنائی ہوئی شناخت عطاء کرتا ہے اور وہ اقتصادی اور اجتماعی تعلقات جو اس معاشرے کو مربوط کریں اور وہ نظام حکومت اور ریاستی تعلقات بھی جو عمومی زندگی کو منظّم کرتے ہیں۔

زندگی کے اس معین اسلامی تصور کا احقاق محض قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھنے یا صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کرنے سے نہیں بلکہ قرآنی ھدایات کو عملی زندگی میں داخل کرکے، اس تسبیح کو ایسی وجدانی تحریک میں منتقل کرکے جو عالم حقیقت پر دکھائی دینے والی تحریک بن جائے اور اسلامی شعائر کو ایسی تعبیری صورتیں عطاء کرکے ہی ممکن ہے جن کا ھدف محض تعبیر نہ ہو بلکہ اس سے بڑھ کر تحریک وترقی ہو۔

قرآن کے اول رجال کے نفوس میں یہی معنی گھر کر چکا تھا اسی لئے ان کے لئے ممکن ہوا کہ انہوں نے عالم حقیقت کو ایسے وقت میں بدل ڈالا جس کے متعلق صرف سوچا ہی جاسکتا تھا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: ہم میں سے کوئی بھی جب دس آیات سیکھ لیتا تو ان سے اس وقت آگے نہ بڑھتا جب تک ان کے معنی کی معرفت حاصل نہ کرلیتا اور ان پر عمل نہ کرلیتا ۔معرفت مجرد فہم کا نام نہیں بلکہ اس کامل ادراک اور اس کے نفس اور ضمیر کی گہرائیوں تک اتر کر اثر انداز ہونے کا نام ہے پھر اس پر عمل ہو۔

قرآن کے اسی ادراک کامل نے ایک ایسی نئی زندگی کو ممکن بنایا جس سے عرب واقف نہ تھے اور اسی ادراک کے ذریعے ہی ممکن ہے کہ اسلام کو عالم نفس اور عالم حقیقت دونوں پر ہر دور اور ہر وقت منور کیا جاسکے۔ جب اسلام کے نئے تصور زندگی کی کیفیت شعور نفس انسانی میں مکمل ہوجاتی ہے پھر نفس انسانی

سے صادر ہر شئے پر اس کے نتائج مرتب ہوتے ہیں اور وہ بھی بطور لزوم نہیں بلکہ حقیقت نفس کی ذاتی تعبیر کے طور پر اس تعبیر میں صلاۃ خوف، میل جول اور فنی عمل سب برابر ہیں اور اس کی توجہ کا مرکز حسن وحیات کا وہ تصور ہوتا ہے جو قبح وجدال کے مدمقابل ہو۔

اسی لئے میں کہتا ہوں کہ ادب اسلامی انقلابی ادب ہے اس کا ایک لازمی منہج ہے اس سے میری مراد زبردستی نہیں جیسا کہ بعض مؤرخین کا خیال ہے بلکہ میری مراد یہ ہے کہ نفس انسانی کو اسلامی تصور حیات کے مطابق ڈھالتے ہی وہ اسے فنون کی وہ صورتیں سکھا دیتا ہے جو مادی تصور حیات وغیرہ کی سکھائی ہوئی صورتوں کے علاوہ ہوتی ہیں کیونکہ فن کی تعبیر نفس کی تعبیر سے خارج نہیں ہے نماز اور چال چلن کو حقیقی زندگی میں تعبیر کرنا اسلامی ادب صرف اسلام یا اسلامی تاریخ یا کسی اسلامی شخصیت کے متعلق گفتگو نہیں کرتا بلکہ یہ ایک تعبیر ہے جو اسلامی شعائر سے معمور نفس سے ظاہر ہوتی ہیں اور بس۔

اسلام کو حصوں بخروں میں تقسیم کرنا ممکن نہیں نہ ہی اس کے کسی حصے کو دوسرے سے الگ کیا جا سکتا ہے ایسا نہ تو اسلامی مزاج میں ممکن ہے اور نہ ہی نفس انسانی یا عالم حقیقت پر اس کے مرتب اثرات میں۔

اسلام کی آیت یا حدیث کی تفسیر نہ دعوت جہاد یا بیان سیرت یا ادب یا کسی مستقل فن یا شہری یا ملکی نظام حکومت کا نام نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ تو زندگی کا مکمل تصور و مکمل منہج ہے ایک ایسی تخلیقی تحریک ہے جو درحقیقت صرف صحیح اور غلط قوی و کمزور یا ناقص وکامل کی نشان دہی نہیں کرتی اور نہ ہی وہم وخیال میں رہتے ہوئے کسی تجریدی مثالی تصور میں زندگی بسر کرتی ہے۔

اسلام نفس میں زندگی کی ایک صورت بناتا ہے اور نفس کو اس صورت میں ڈھالتا ہے پھر یہ صورت ایک بیدار تخلیقی تحریک بن جاتی ہے جو عالم حقیقت پر خود کو پوری زندگی کی تشکیل نو کی صورت میں منواتی ہے اور فن وادب یہ دونوں عملی تطہیر وتعبیر میں مشترک ہیں نماز اور جہاد فی سبیل اللہ کو شامل اسلامی عقیدے کے قافلے میں ایک ضمنی تحریک ہیں جو الگ تحریکیں نہیں بلکہ یہ دونوں حصول طاقت اور تصرف طاقت کی ایک ہی تحریک ہیں۔

اسلام کا یہ وہ مکمل تصور ہے جسے ہم مسلمانوں کے دلوں اور دور حاضر کے داعیان کی دعوت میں دیکھنا چاہتے ہیں کیونکہ قرن اوّل کے قلوب میں یہی تصور ٹھہر چکا تھا جو نئی اسلامی زندگی کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور وہی زندگی عالم حیات میں اس وقت سے آج تک ایک نئی زندگی کی حیثیت رکھتی ہے۔

پیغام اسلام اور اجتماعی تحفظ

① اسلامی پیغام تاریخ انسانی کا اہم واقعہ ہے بلکہ ایک منفرد راستہ ہے اسلام نے انسانیت کو زندگی کی بالکل نئی فکر سے روشناس کرایا ایک ایسی فکر جو گذشتہ تمام افکار سے بالکل الگ اور انسانیت کے لئے بالکل نئی ہے غیر انسانی اور وحی الٰہی ہے تا کہ یہ امت ایسی بے نظیر بن جائے جس کے متعلق اللہ فرمائے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاس.

یعنی تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے نکالا گیا ہے۔

زندگی کی اس نئی فکر کے انسانی زندگی کے تمام تصورات، روابط وتعلقات میں گہرے اثرات ہیں انہی میں سے ایک مسئلہ باہمی ضمانت اور مشترکہ ذمہ داری کا بھی ہے جس کی بنیاد اجتماعی تحفظ ہے۔اجتماعی تحفظ ایک مالی ضابطہ ہے جسے حکومت کسب وعمل سے دائمی یا وقتی کلی یا جزئی محتاج افراد کے لئے کسی وجہ سے جاری کرتی ہے اور مشترکہ ذمہ داری اجتماعی تحفظ کا ایک معمولی اور تنگ پہلو ہے اور محتاجین کے لئے سرکاری امداد کی کوششیں اسلامی نظام کی مقرر کردہ ہر مسلمان کی مالی امدادی کوششوں سے الگ نہیں ہیں اسلامی نظام میں ہر فرد کو مادی اور معنوی اسباب حیات حاصل کرنے کا حق حاصل ہے مثلاً کھانا، پینا، لباس، سواری، رہائش، شادی اور تمام بنیادی ضروریات جو زندگی کے تحفظ کے لئے ضروری ہیں، علاج معالجہ، دوا، تعلیم (کیونکہ علم فرض ہے) روزگار جب تک اس قابل ہو، ہنرمند بنانا وغیرہ تو جو برسر روزگار ہو جائے اس کی بنیادی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں البتہ جو برسر روزگار نہ ہوا اور روزگار کی

تلاش میں ہو یا جو کلی یا جزئی مستقل یا عارضی طور پر کام کے قابل نہ ہو تو یہاں سے اجتماعی تحفظ کی ذمہ داری شروع ہو جاتی ہے اسلام ان کی ضروریات اس وقت تک پوری کرتا ہے جب تک وہ خود ان ضروریات کی تکمیل پر قادر نہ ہو جائے چنانچہ اسلام میں مشترکہ ذمہ داری کا سسٹم صرف نیکی اور احسان کے تحت نہیں بلکہ اِعداد و تحفظ اور تخلیق کا ایک با قاعدہ نظام ہے اس کے باوجود بھی یہ سب اسلام کے نظام مشترکہ ذمہ داری کا صرف ایک ہی پہلو ہے جبکہ اور بھی بہت سے پہلو موجود ہیں۔

مشترکہ ذمہ داری یا اجتماعی ذمہ داری اسلام میں عام فریضہ ہے اس میں نہ صرف ہر مسلمان کا حصہ ہے بلکہ ریاست اور محلّہ کمیٹی کا بھی حصہ ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر پوری امت کا فریضہ ہے جس میں حاکم محکوم کی تمیز نہیں ہے اور ان ذمہ داریوں کا عام قاعدہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

> كلكم راع و كلكم مسئول رعيته والامام راع ومسئول عن رعيته والرجل راع فی اهله ومسئول عن رعيته والمراء ة راعية فی بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها والخادم راع فی مال سيده ومسئول عن رعيته.
>
> تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے ذمہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا اور حاکم ذمہ دار ہے اور وہ اپنی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا اور آدمی اپنے گھر کا ذمہ دار ہے اور اپنے ماتحت کے متعلق پوچھا جائے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق پوچھی جائے گی اور نوکر اپنے مالک کے مال کا ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا۔

یہ ذمہ داریاں ایک دوسرے پر وارد ہوتی ہیں اور ہر فرد کو شامل ہیں حاکم ہو یا محکوم اور اجتماعی ذمہ اپنے عام اور محدود معنی کے ساتھ اس عام اجتماعی ذمہ داری کے معمولات میں سے ہے۔ اجتماعی ذمہ داری کے دیگر پہلو بھی ہیں جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہیں جب اسلامی ریاست میں کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے زندگی کے حق کے ساتھ ہی اس کے لئے وہ تمام حقوق ثابت ہو جاتے ہیں جو اس کی زندگی کا تحفظ

کریں اور ذریت انسان کے لئے زندگی کو معزز اور قابل قبول بنائیں زندگی کو بلندی اور عروج عطاء کریں جو اللہ کے نزدیک قابل قبول ہوں اور یہ حقوق جس کی تمام تر ذمہ داری اس کے پیدا ہوتے ہی اسلام کے ذمے ہے ان کے بدلے میں وہ اپنے رب کے واجبات ، انسانی حقوق اور جس معاشرے میں رہتا ہے اس کے اجتماعی حقوق کو پورا کرے یہ واجبات ان حقوق کے بدلے میں ہیں اس کے ساتھ ظلم و زیادتی نہیں اور ہر ایک پر اس کی استطاعت کے مطابق ذمہ داری ڈالی جاتی ہے اور ان حقوق کا اقتصادی پہلو ان واجبات کا صرف ایک پہلو ہے مکمل نہیں کیونکہ زندگی اسلام کی نگاہ میں صرف اقتصادی پہلو سے بڑھ کے بہت وسیع و عریض ہے اسلام اقتصادیات سے پہلو تہی نہیں کرتا بلکہ انسانی حیات کے اس پہلو کو بھی اہمیت دیتا ہے ہم کہہ چکے ہیں کہ کسب و عمل سے محتاج افراد کے لئے ماڈی کوششیں کسی سبب سے ہوتی ہیں اور یہ عالم اسلام کے ہر فرد کے لئے مقرر کردہ اسلامی نظام کی کوششوں کا صرف ایک پہلو ہے۔

ہم اس کی ایک مثال دیتے ہیں۔ تعلیم و تربیت اور تہذیب کے حقوق۔ اسلام حصول علم کو ہر فرد پر فرض قرار دیتا ہے چنانچہ اجتماعی طور پر سب پر یہ فرض ہے کہ اگر وہ اس کے حصول سے عاجز ہے تو اس کے لئے یہ حق ثابت کریں بچے یہ حق حاصل کرنے کی خود سے استطاعت نہیں رکھتے۔ چنانچہ یہ ذمہ داری بتدریج جماعت پر عائد ہوتی ہے پھر اگر وہ بھی اس پر قادر نہ ہوں تو قانونی طور پر یہ ذمہ داری ریاست پر عائد ہوتی ہے کہ وہ فرائض و تربیت کی تکمیل ممکن بنائے ایسے ہی یہ فرد کی ذمہ داری ہے کہ ہر فرد کو کسب و عمل اور ہنر کے قابل بنائے اپنی ذمہ داریوں کے اعتبار سے جماعتوں کے مختلف اقسام ہیں ، خاندانی جماعت ، علاقائی جماعت ، ملکی جماعت ہر جماعت اپنی استعداد کے مطابق مکلّف ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یہ بھی ایک اجتماعی فریضہ فرض کفایہ ہے ایک جماعت کے لئے اسے قائم کرنا فرض ہے اور یہ اسلامی معاشرے کی عام تربیت کی ہی ایک صورت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بے شمار احادیث تربیت و تادیب کے اس فریضے کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ مثلاً

لأن یودب الرجل ولده خیر من ان یتصدق بصاع.

یعنی: اپنی اولاد کی تربیت کرنا ایک صاع صدقے سے بہتر ہے۔

نیز

ما نحل والد ولده من نحلة افضل من ادب حسن.

یعنی: والد کا اولاد کے لئے حسن ادب سے اچھا تحفہ اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

نیز

من عال ثلاث بنات اور ثلاث اخوات او اختین اور بنتین فادبھن واحسن الیھن وزوجھن فله الجنة.

یعنی: جو تین بیٹیوں یا بہنوں یا دو بہنوں یا بیٹیوں کی اچھی تربیت کرے پھر ان کی شادی کر دے اس کے لئے جنت ہے۔

حق کسب وعمل اور اس کے قابل بنانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث شاہد ہے کہ آپ کے پاس ایک شخص آ کر مالی امداد کا مطالبہ کرنے لگا آپ نے اسے مال تو نہ دیا البتہ ایک کلہاڑی منگوائی اس کا دستہ اپنے ہاتھوں سے تیار کر کے اس میں فٹ کیا اور وہ اسے دیتے ہوئے فرمایا کہ فلاں جگہ چلے جاؤ اور وہاں جا کر کماؤ اور کچھ روز بعد آ کر صورت حال سے آگاہ کرو (صحیح بخاری وغیرہ) رسول اللہ ﷺ کا عمل قانون کی حیثیت رکھتا ہے آپ نے ریاست کے کاہل فرد کو قابل عمل و برسر روزگار بنایا جب کہ کام کاج سے متعلق ان کی صورت حال سے بھی واقف تھے۔ ایسے ہی یہ بھی ثابت ہے کہ کچھ لوگوں کو مدینہ کا موسم راس نہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا علاج معالجہ کروایا انہیں صدقے کے اونٹوں میں ایک پرفضا مقام پر بھیج دیا اور انہیں ہدایت کی کہ ان کا دودھ پیئیں جب تک تندرست نہ ہو جائیں .... ہم اسلام کی تحفظ کی ذہنیت کو ہر دور پر سابق پاتے ہیں جیسا کہ گذشتہ صدی سے ظاہر ہے ایسے ہی ہم زندگی کی اسلامی اقدار کی وسیع وکشادہ اور حقوق وواجبات کے اسلامی اصولوں کو زیادہ جامع اور دوررس پاتے

ہیں اور بلاشبہ ہم ہدایت اس دین کے مضبوط راستوں پر چل کر ہی حاصل کر سکتے ہیں:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرَى آمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ......"

یعنی: اگر اہل قریہ ایمان وتقویٰ اختیار کرلیں تو ہم ان پر آسمان وزمین سے برکتیں نچھاور کریں۔

فکرو منہج تاریخ کے آئینہ میں

اور ایسی آگاہی کا نام ہے جو تاریخ صرف حادثات وواقعات کا نام نہیں بلکہ ان حادثات کی تفسیر اور ایسی آگاہی کا نام ہے جو مختلف تاریخی حادثات کے مابین ظاہری و پوشیدہ روابط کو جمع کردے اور انہیں ایک ایسی لڑی میں پرودے جو جزئیات تک میں کارگر ہو اور زمان ومکان میں زندگی کے پھیلاؤ کے ساتھ ہی پھیلتی جائے حادثے کی تفسیر کو سمجھنے اور اسے ماقبل ومابعد سے جوڑنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان نفس انسانی کے تمام اسباب قیام کا ادراک رکھتا ہو یعنی، وحی، فکری، حیات آفرین انسانی زندگی کے تمام اسباب قیام خواہ معنوی ہوں یا مادّی اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی روح، فکر اور حس کو اس حادثے کے لئے کھول کر اس کے وقوع کے تمام پہلوؤں کا مکمل احاطہ کرے اور خوب غور وفکر اور تحقیق وجستجو کئے بغیر اس سے اعراض نہ کرے۔

اور اگر یہ کام کوئی ایسا مبتدی کرے جو اپنی روح، حس وفکر کے دروازے بند کردے خواہ عمداً یا جانے بوجھے تو یہ اس تاریخی واقعے کے مکمل احاطے اور اس کی کسی نہ کسی پہلو اور اس کے مکمل ادراک سے لامحالہ محروم رہے گا اور اس کی اس واقعے کی تفسیر بھی مبنی بر خطاء اور ناقص ہوگی۔

اسلامی موضوعات پر مشتمل عربی مباحث میں پہلا مظہر یہ ناقص احاطہ ہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں

ایک عنصر ہے جو عموماً مشرقی طرز زندگی اور خصوصاً اسلامی طرز زندگی کے ادراک میں عموماً مغربی مزاج کے مخالف ہے ایک روحانی اور غیبی عنصر خصوصاً دور جدید میں جب کہ مادّی نظریات اور خصوصاً آزمائشی طریقوں کو غلبہ حاصل ہے اور جس قدر یہ اسلامی موضوعات خیر القرون کی اسلامی طرز حیات کے متعلق ہوتے ہیں جدید مغربی ذہنیت اس کے احاطے میں اسی قدر ناقص ہوتی ہے۔ میں نے خصوصاً روحانی اور غیبی عنصر کا تذکرہ اس لئے کیا کہ مغربی مزاج میں نقص اسی پہلو سے زیادہ نظر آتا ہے اور اسی کے ذریعے ان دونوں مزاجوں کے کثیر اختلافات کو سمجھا جاسکتا ہے۔ تاریخ اسلام کے متعلق گفتگو کرنے والے مغربی مؤرخین کے ادراک وفہم اور تفسیر وتصویر میں ناقصِ مزاج کو بیان کرنے کے لئے یہ بات ایک تمہید ہے حادثے کے احاطے میں کسی ایک عنصر کا نہ ہونا یا ناقص ہونا اس حادثے کے مختلف پہلوؤں میں غور وفکر کی ناقص استعداد کی دلیل ہے اور حکم اور بنیادی سبب کے عناصر میں سے کسی ایک عنصر کے ضائع ہوجانے سے حکم بھی سلامت نہیں رہتا یا کم ازکم اس کی درست وجوہات معلوم نہیں ہو پاتیں۔

کسی بھی حادثے کی تفسیر یا صورت حال کی تصویر میں اس نقص کو تاریخی عمل میں محض ایک جزئی خطاء نہیں بلکہ عیب سمجھا جاتا ہے چنانچہ سبب سے متعلق بحث کا یورپی منہج اس کے مکمل احاطے کے لئے درکار عناصر میں کسی نہ کسی عنصر سے محروم ہوجاتا ہے اس کی وجہ خواہ کچھ بھی ہو مغربی مزاج یا ان کی حالیہ تاریخی طرز حیات یا یورپی مؤرخ جان بوجھ کر اس عنصر کو چھوڑ دے اور ایک مخصوص منہج اختیار کرے یہ منہج اسلامی یا عمومی مشرقی طرزِ حیات کے لئے کسی طرح موزوں نہیں ہوسکتا اسلامی حیات میں اس منہج کا غیر صالح ہونا بڑا واضح ہے اور اسلامی طرز حیات سے متعلق مغربی تاریخی معلومات کی وقعت واہمیت میں شک کا بھی یہی سبب ہے۔

کسی کو بھی مختلف زاویوں میں دیکھنے سے شکل مختلف نظر آتی ہے یہی صورت حال حادثات وواقعات کی بھی ہے اور یورپی کا مزاج یورپ کو تمام عالم کا محور اعتبار کرتا ہے یہ اس کا نقطہ نگاہ ہوتا ہے اور وہ لوگوں اور زندگی اور واقعات کو اسی زاویے سے دیکھتا ہے چنانچہ اس کے سامنے متعین اشکال نظر آتی ہیں جنہیں

یقینی طور پر درست نہیں کہا جاسکتا وہ انہیں اسی طرح لے کر ان کی تفسیر کرتا ہے پھر ان پر حکم لگا دیتا ہے۔اور جبکہ یہ عام سی بات ہے کہ یورپ تاریخ کے تمام ادوار میں عالم کا محور نہیں رہا اور یورپی جب ماضی کی طرف نظر دوڑاتا ہے تو اپنی موجودہ وہمی حالت سے چھٹکارا نہیں پاسکتا تو ہم اسلامی طرز حیات اور اس کی تفسیر و حکم سے متعلق یورپی کے منحرف اور مبنی بر خطاء زاویہ نگاہ جسے اختیار کرنے پر وہ مجبور ہے کی حقیقت سمجھ سکتے ہیں۔

یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم مطلق علمیت کو عیوب سے منزہ کرلیں اور ان تمام اسباب کی نفی کر دیں جو اس کی تنزیہہ پر اثر انداز نہ ہوں تو جب ہم وہ اسباب حساب میں رکھیں جنہیں رکھنا چاہیئے اور جن سے غفلت نہیں برتی جاسکتی لطیف، زبردست، عمیق، طویل المیعاد اور متجدد اسباب اور اسلام، اسلامی طرز حیات اور عالم اسلام سے متعلق یورپی نقطہ نگاہ میں متاثر کن اسباب یعنی اختلاف عقیدہ سے لے کر اس دین اور اہل دین سے نفرت اور اندلس و بیت المقدس کے تلخ حقائق اور سیاسی، استعماری اور اقتصادی شکست اور شخصی غزوات اور فکری پیچیدگیوں تک تمام قدیم وجدید اسباب جب ہم ان سب کا خیال کریں (اور ایسا کرنا ضروری ہے تاکہ اصل حقائق جان سکیں) اور ساتھ ہی مبنی بر خطاء زاویہ نگاہ کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں تب ہی ہم یورپی کی اسلامی میدان خاص کر اسلامی تاریخ سے متعلق اسٹیڈیز کی اصل قیمت جان سکیں گے چنانچہ ان اسٹیڈیز سے مذکورہ خامیوں سمیت اور جس منہج پر اس کی بنیاد ہے اس منہج سے اور اس دین پر عمل پیرا ہونے سے خاص کر اسلام سے متعلق امور میں مکمل اجتناب کیجئے۔

اسلامی تاریخ کو نئی بنیادوں اور درست منہج پر پھر سے مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ تاریخ دو صورتوں میں آج بھی موجود ہے۔ایک صورت قدیم عربی مصادر کی ہے اسے تاریخ کہنا کسی طور درست نہیں یہ دراصل حادثات، واقعات، حکایات، احادیث، عمدہ گفتگو، خرافات واساطیر باہم متعارض اقوال وروایات کے نمونے ہیں۔البتہ جو مزید تحقیق کرنا چاہتا ہو اس کے لئے یہ سب ناقص تاریخ ضرور ہوسکتی ہے جبکہ وہ تاریخ کے ڈھانچے کو تعمیر کرنے میں اس کے لئے ضروری مواد بھی اختیار کرے۔

یورپی تاریخ خصوصاً مستشرقین کی تاریخ میں اس کی صورت وہی ہے جس کے متعلق ہم گفتگو کر چکے ہیں اس کی بنیاد قدیم عربی مصادر پر ہے اور اپنی ترتیب وتنسیق کے اعتبار سے محقق کو مطمئن نہیں کر سکتی یہ اسلامی طرزِ حیات سے متعلق اس تاریخ کی سب سے بہترین صورت ہے بشرطیکہ یہ تعبیر درست ہو اس کا اچھا پہلو یہ ہے کہ نصوص کو جمع کر کے تحریر اور مرتب کر دیا گیا ہے اور خارجی سند نہ کہ داخلی ادراک کے اعتبار سے مختلف روایات کا موازنہ کیا گیا ہے اس ادراک کے حصول کے لئے تو وہ احساس چاہیئے جو مغربی مؤرخین میں اسلامی طرز حیات کی نسبت معلوم ہے جیسا کہ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں اس کے برعکس ان میں وہ نفسانی خواہشات اور ہلاکتیں موجود ہیں جو تقابل وموازنہ کی صحت پر منفی اثر انداز ہوتی ہیں اور پھر احساس میں مثبت اثر انداز ہونے والے امور سے ہم آہنگی بھی معدوم ہے۔

کچھ ایسے اجزاء بھی ہیں جو تاریخ اسلامی کی تیسری ناقص صورت ہیں ہم نے انہیں سابقہ دو فقروں میں اس لئے ذکر نہیں کیا کہ یہ چند اجزاء یورپی اسٹیڈیز کی مخالفت کرتے ہیں تو یہ اوّلاً اپنے خاکے میں مغربی منہج کے تابع ہوتے ہیں ثانیاً اس کے عناصر عموماً مغربی اسٹیڈیز سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ اسلامی طرز حیات کی تعبیر کے لئے ،مرکز اسلامی میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے کیونکہ یہ مغربی ثقافت کے ہجوم میں اس مقام پر نہیں کہ اسلام کو اصل ذہنیت کے ساتھ سمجھ سکیں اور اسلامی طرز حیات پر حکم لگا سکیں اس کے لئے ضروری ہے کہ ان میں اسلامی روح سے ماخوذ اسلامیت ہوتا کہ اس طرز حیات کے بنیادی عناصر کا ادراک کر سکیں اس سے ہم آہنگی پیدا کر سکیں اور تفسیر وتعیین کے تمام عناصر کو حاصل کر سکیں۔ چنانچہ اسلامی تاریخ کو فنی بنیادوں اور بہتر منہج پر پھر سے مرتب کرنا ضروری ہے اور اسلامی طرز حیات کی طرف ایک نئے زاویہ نگاہ اور نئی روشنی کے ماتحت دیکھنا ضروری ہے تا کہ اس کے تمام افراد اور روشنیوں کو حاصل کیا جا سکے اور اس کے تمام عناصر اور اسباب کو منکشف کیا جا سکے۔

مطالعہ جدید میں عربی مصادر مرجع اول اور مغربی اسٹیڈیز مرجع ثانی کی حیثیت رکھتے ہیں جبکہ اس دوسرے مرجع سے انتفاع کی صورت یہ ہو کہ اس کے نصوص کی تحریر وتنسیق اور سند کے اعتبار سے بعض

مختلف روایات کے تقابل وموازنہ کا اعتبار کیا جائے اس سے زیادہ نہیں بقیہ عمل خالص ذاتی ہونا چاہیئے جو اس سے بالکل متاثر نہ ہو اور نفس واقعہ کے متعلق گفتگو ہو اور ایسا کرتے وقت محقق اپنی عقل وروح اور احساس کے ساتھ اسلامی عقیدے، فکر ونظام کی فضا اور اسلامی طرز حیات کی فضاء میں اس کے ایک حقیقی حصے کی حیثیت سے سانس لے رہا ہو یہ زندگی اس فضا میں اس لئے ضروری ہے کہ یہ ادراک کی تمام کھڑکیاں کھول دیتی ہے صرف اس زندگی کا فہم نا کافی ہے اس کے اور اس کے لئے اس کا زندہ حصہ ہونا ضروری ہے۔ محقق کے لئے انسانی زندگی کے کسی بھی دور کا حقیقی داخلی ادراک مشکل ہے اِلاَّ یہ کہ وہ ذاتی طور پر اس کے ساتھ مکمل ہم آہنگ ہو اور اس دور کی فضاء میں اس کے مکمل تاثرات واشارات کے ساتھ بھی رہا ہو یہ خصوصیت اسلامی زندگی پر قاصر نہیں ہے اگرچہ اسلامی زندگی کی بنسبت بہت واضح ہے کیونکہ اس زندگی کے اسباب اپنی انواع وماہیت میں دور حاضر خصوصاً عالم یورپ سے بہت مختلف ہیں۔

اسلامی عقیدے کی روح اور کائنات پر زندگی، انسان سے متعلق اسلامی فکر کے مزاج اور اس عقیدے اور اس کے ماتحت زندگی گزارنے سے متعلق ایک مسلمان کی پذیرائی اور طریقہ پذیرائی کے مکمل ادراک کے بغیر ہم اسلامی زندگی کے مطالعے کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور یہ تمام خاصیات عموماً کسی غیر عربی اور خصوصاً غیر مسلم میں ناممکن ہیں جبکہ اسلامی تاریخ تحریر کرتے وقت ان خصائص کا مکمل طور پر حاصل ہونا ضروری ہے۔ اسلامی تاریخی طرز حیات سے متعلق لوگوں کے تصرفات کے حقیقی اسباب اور اسلامی تاریخی طرز حیات سے متعلق لوگوں کے تصرفات کے حقیقی اسباب اور حادثات وواقعات اور انقلابات کے ساتھ ان اسباب کے تعلق کا ادراک ضروری ہے اور اس سب کا فکر اسلامی اور اس کی بھرپور انقلابی روح سے مربوط ہونا بھی ضروری ہے وہ بھی ایسی فکر اسلامی کے عملی اقدامات اور اس کی خارجی شکل میں نہیں بلکہ اس کی کائناتی، انسانی او اجتماعی تعلقات کی تفسیر اور نظامِ حکومت، مالی سیاست، قانون سازی اور اس کی تنفیذ کی تصویر کے حوالے سے۔ یہ تمام زندگی اور اس کی تاریخ کے

اسباب ہیں۔

جنگی معرکے اور سیاسی معاہدے اور ملکی مقدمات اس جیسے دیگر امور جنہیں عموماً تاریخ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کچھ ایسے دیگر عوامل کے ماتحت ہوتے ہیں جنہیں تاریخ لکھتے وقت سرفہرست رکھنا ضروری ہے محققین ان عوامل کے ادراک وتعیین میں باہم مختلف ہیں ہر ایک عموماً اپنی فکر وانداز پر مسلط فلسفے کو اس زندگی کے ادراک میں ترجیح دیتا ہے جبکہ مسلمان محقق کو اس اسلامی زندگی کے مطالعے میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ زندگی کے ادراک کے لئے سیر تاریخ میں موثر ان عوامل کی حقیقت کا راستہ اختیار کرتا ہے اسی لئے وہ اس زندگی کی تعبیر واستنباط اور اسے مکمل ودرست پذیرائی دینے پر زیادہ قادر ہوتا ہے ۔اور وہ عقیدہ اسلامیہ کے مزاج سے متعلق اپنے ادراک اور مسلمانوں کا اس عقیدے کو قبول کرنے کے طریقے کے ادراک کی بناء پر یہ استطاعت رکھتا ہے کہ وقفہ تاریخی میں اسلامی زندگی کے تقاضوں اور اس میں چھپی انسانی اقدار اور فتح وشکست کے اسباب کا موازنہ کرسکے اور اسلام کی پہلی گود اور جن شہروں میں اسلام ہر میدان میں پھیلا ان میں موجود انسانی جماعتوں کی ظاہری وباطنی زندگی کی منظرکشی کرسکے اور ان ظاہری پہلوؤں کو بھی شامل کرلے کہ مغربی مؤرخین ان کے سوا کسی اور پہلو کا ادراک نہیں رکھتے اس کے ساتھ ہی وہ تمام مخفی روحانی پہلو بھی جنہیں اسلام ایک حقیقت قرار دیتا ہے اور تاریخ اور ہر زمان ومکان میں زندگی کی تشکیل میں انہیں خاص جگہ دیتا ہے۔

جب اسلامی زندگی انسانی زندگی کا ہی وقفہ رہے اور مسلمان زمان ومکان میں انسانوں کی ہی جماعت ہیں اور اسلام زمان ومکان سے بالاتر ایک عالمی انسانی پیغام ہے تو اسلامی تاریخ کو انسانی تاریخ سے الگ کرنا درست نہیں یہ وقفہ اسلام سے قبل انسانی تجربات اور خصوصاً ان عوامل سے متأثر تھا جو ظہور اسلام کے وقت موجود تھے پھر ظہور اسلام کے بعد اسلامی راہنمائیاں انسانی تجربات اور خصوصاً ان تمام سمات میں متاثر ہوگئیں جن کی طرف اسلام کی یہ تعلیمات بڑھیں چنانچہ اسلامی تاریخ لکھتے وقت انسانی تجربات کی انتہاء اور زمین پر انسانی جماعتوں کی حالت سے واقفیت ضروری ہے خصوصاً دینی عقائد

،افکار وفلسفہ ،نظریات،اجتماعی حالت،نظم حکومت، مالی انتظام،معاشرتی، عادتی،اخلاقی اور فکری تعلقات کے حوالے سے تاکہ اسلامی ادوار کی حقیقت واضح ہو سکے اور عالَم کے اس جدید نظام کو قبول کرنے یا ترک کرنے کی تفسیر ممکن ہو سکے اور اسباب شکست وفتح مکمل طور پر اور باہمی توانائی وترقی ومسابقت وانعکاس کے،عناصر کو مرور ایام کے ساتھ ساتھ صورت دینا ممکن ہو سکے اور اسباب شکست وفتح مکمل طور پر اور باہمی توانائی وترقی ومسابقت وانعکاس کے عناصر کو مرور ایام کے ساتھ ساتھ صورت دینا ممکن ہو سکے۔اور جب عالمی حالت کا متحد ہونا ضروری تو جزیرہ عرب کی حالت اور اس میں زندگی کے تمام پہلوؤں کے تصور کا متحد ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ اسلام کی گود اور اتفاق واتساع کا مرکز ہے ۔کیا یہ محض ایک اتفاق ہی ہے کہ اس دور میں زمین کے اس حصے پر رسول اس دین کے ساتھ ظاہر ہوا؟ یہ ایک مقرر نظام ،منزل، معین تدبیر اور وضعی ترتیب ہے جن سے وہ تمام ظواہر حاصل ہوتے ہیں جن کے ذریعے ایک ایسا معین دور حاصل ہوتا ہے جس کا کم سے کم نتیجہ یہ ہو کہ تاریخ کے اس موڑ پر امور کی وضع پر عالم ظاہر اور عالم شعور میں نقشہ عالم کا ایک خاکہ تیار ہو۔شاید یہ خیال ہی اس تاریخی سیاق میں محمد رسول اللہ ﷺ کی اسٹڈی کا سبب بن جائے اور شاید آپ کی شخصیت ،نسب،احوال وعادات اور تمام انسانی پہلوؤں میں ایسے عوامل مقصود اور مدبر ہم آہنگیاں ہوں جو محض اتفاقی نہ ہوں کہ پورے انسانی معاشرے میں صرف آپ کی طرف انگلی اٹھائی جائے اور اس بے نظیر تاریخی واقعے کی تردید کردی جائے۔اور شاید ایسے ہی یہ خیال اس واقعے اور اس کی فکر کی اسٹڈی کا سبب بن جائے اور اس سے پہلے اس کی بنیاد پر رونما ہونے والے عالمی حادثات وانقلابات کی اسٹڈی کی جائے۔

اس طرح قاری کے لئے اس تاریخ کی ایسی صورت مہیا ہوگی جو ان تمام پہلوؤں اور احوال پر مشتمل ہو جو ظہور اسلام کی تاریخ کو بالفعل قبول کرنے کا سبب بنے ہوں اور اس قبولیت کی حکم وتقدیر کے تمام عناصر پر مشتمل صحیح تفسیر بھی مہیا ہوگی۔

تاریخ کے لئے اشیاء واشخاص اور ازمان وواقعات کی گہرائیوں اور تہہ میں پہنچ کر کائنات کے اسرار

اور انسانی مدارج تک پہنچنا اور زندہ وجود اور مادہ حیات بن جانا ناممکن ہے۔

اور جب تاریخ اسلامی کے مقدمات سے متعلق پیش کردہ ہماری بحث قائم ہو جائے اور دعوت اور رسول کے بنیادی اجزاء اور دعوت اور رسول کو قبول کرنے کی حالت اور ظہور اسلام کے وقت انسانی معاشرے اور اس کے عقائد و افکار کی حالت ظاہر ہو جائے جب یہ تمام بنیادی اجزاء ظاہر ہو جائیں تو ان اجزاء کو اٹھانا اور عمل میں لانا اور ان کی حالت بدلنا بھی آسان ہو جاتا ہے اور عملاً رسول اللہ ﷺ کے اس معاشرے میں متاثر دعوتی خطوط کا تصور ممکن ہو جاتا ہے کہ ہم جان سکیں کہ رسول نے افراد کی کس طرح تربیت کی اور وہ لوگ کس گارے کے بنے ہوئے تھے اور آپ نے انہیں کیسے ڈھالا اور کس طرح انہیں عظیم مقصد کے لئے تیار کیا اور کیسے نظام بنایا اور اس نئے نظام کو کن بنیادوں پر قائم کیا اور طبیعت وظروف اور ان کے رجال، بیوت، قبائل اور ان کے اجتماعی واقتصادی وجغرافیائی اور زندگی کے تعلقات میں ایسی کون سی استعداد تھی کہ انہوں نے اس تبدیلی کو قبول کرلیا یا اس کے خلاف کھڑے ہو گئے وہ تمام مباحث جو پہلے مرحلے سے اسلامی طرز حیات یا اسلامی تاریخ کے مراحل تک ہو سکتے ہیں جن کا درست نام ''اسلام عہد رسول میں'' ہوسکتا ہے۔

اس کے بعد دوسرا مرحلہ ہے یعنی اسلامی پھیلاؤ کا مرحلہ جب اسلام زمین کے مشرق ومغرب میں پھیل گیا او یہ بے نظیر عجیب فیض پوری سرعت وقوت سے جاری ہوا صرف عسکری فتوحات کی رو سے نہیں بلکہ روحانی، فکری اور اجتماعی تاثیر کی رو سے یعنی اس میں شامل انسانیت کی رو سے جو اس دین کے ظاہر ہو کر عجیب طور سے پھیل کر تاریخی خطوط کو مکمل طور پر تبدیل کر دینے کی گواہ ہے۔

یہیں سے ہمارے پیش کردہ وہ منہج کی قدر ومنزلت ظاہر ہو جاتی ہے اور ارض اسلامی پر قائم کردہ اسلام کے اعمال ھدم وبناء پر نظر رکھنا اور اس دور میں زمین کے سرسبز اور متمدن ترین قطعہ ارض میں موجود افکار وعقائد کے عمل وردِ عمل اور ان کے ماتحت اجتماعی نظم، اور قتصادی ظروف، سابقہ تواریخ اور انسانی باہمی تعلقات کے ساتھ اسلام کی ہم آہنگی وتعاون پر نظر رکھنا ممکن ہو جاتا ہے اسلامی پھیلاؤ صرف

عسکری فتوحات تک محدود نہیں بلکہ یہ فکری موج اور اسلامی تہذیب عالم اسلامی کی حدود سے نکل کر بہت آگے تک جا چکا ہے اور عالم اسلامی کی حدود سے باہر اس کے پھیلاؤ کے تمام عالم اسلام پر رونما ہونے والے خارجی اور عکسی نتائج کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے کہ یہ عالم اسلام سے کس قدر متاثر ہوا ہے اور اسلام پر کس قدر اثر انداز ہوا ہے اور عمل وردِ عمل کا یہ مطالعہ ہمارے بیان کردہ منہج کی روشنی میں ہی ہونا چاہیئے جس کے خصائص کے متعلق ہم ضمانت دیتے ہیں کہ وہ عالم انسانی اور انسانی حیات کے مختلف گوشوں کو جلا بخشیں گے کہ مغربی مفکرین اس کے محض منصوبے ہی بناتے رہ جاتے ہیں جبکہ ہم چشم زدن سے دیکھ رہے ہیں۔

اس کے بعد اسلامی پھیلاؤ کی نئی زندگی کا دور ہے ہمارے بیان کردہ منہج اور تاریخی مراحل کی روشنی میں ہم اس تجدید اور نئی زندگی کے داخلی وخارجی تمام اسباب وعوامل بیان کریں گے۔ وہ کون سے عوامل ہیں جن کا تعلق اسلامی نظام وعقیدے کے مزاج سے ہے؟ پھر کیا یہ تجدید جزوی ہے یا عام اور شامل؟ سطحی ہے یا گہری؟ اور تاریخی خطوط اور بشری حالات کی کیفیات اور فکر وسلوک کے قواعد اور انسانی ملکیتی تعلقات پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں؟ اور عقلِ انسانی کے ایجاد کردہ افکار ونظم وعقائد کا اسلامی افکار ونظم وعقائد کے مقابل کیا وزن ہے؟ اور اسلامی تجدید کے پیچھے اور یورپی پھیلاؤ جس کی بقایات آج تک ہم پر سایہ فگن ہیں کے غلبے سے انسانیت نے کیا کمایا اور کیا کھویا ہے؟

چنانچہ آج کے عالم اسلامی کے متعلق گفتگو طبعی اور اس کے وقت کے متعلق ہوگی اور اس کی واضح اور صریح بنیادوں پر قائم ہے جذبات اور تعصب سے معمور اور جانبدارانہ نہیں اور انسانی تاریخ ایک زنجیر ہے جس ہر کڑی دوسری کڑی سے گہرا ربط رکھتی ہے اور ماضی وحال کے اسلامی ادوار اسی تاریخ میں محدود ہیں اور مستقبل میں اس کے خطوط ماضی اور حال کے مطابق ظاہر ہوں گے لیکن تاریخ اسلامی کو اس منہج ونسق وجہت کی اساس پر نئے سرے سے مرتب کرنا کیوں ضروری ہے؟

یہ وقت کا اہم سوال ہے اور اس کا جواب ضروری ہے اور اس کے اسباب بھی معقول ہیں حقیقی مصلحت اور

امت اسلامی اور عالم انسانی کی بھلائی کے پیش نظر تاریخ اسلامی کو نئے سرے سے مرتب کرنے کے بہت سے دواعی ہیں۔اس بحث کی مبادیات سے یہ بات تو واضح ہوگئی ہے کہ مشرق ومغرب میں موجود لوگوں کے ہاتھوں میں اسلامی تاریخ قدیم عربی مراجع میں بکھری پڑی ہے جن سے آج کا عام قاری فائدہ نہیں اٹھا سکتا خاص طور پر عربیت سے ناواقف تو بالکل نہیں یا اگر یہ مرتب صورت میں ہے تو مغربی طرز وفکر سے آلودہ ہے جس کا نقص ہم ظاہر کر چکے ہیں اگر چہ اس میں امانت علمی کا لحاظ رکھا گیا ہو پھر بھی بہت سے مقامات پر ایسا ناممکن ہے۔چنانچہ ہم پر ضروری ہے کہ ہم دوسرے زاویے سے اسلامی تاریخ کو پھر سے لکھیں اگر یہ زاویہ کامل،عمیق اور دقیق طرزِ نگاہ کا ضامن نہ ہو تو کم از کم اس مغربی طرز نگاہ سے موازنے کے وقت وسعت نظری کا ضرور ضامن ہے جس پر لوگ اور ہم بھی دور جدید کے متعلق اعتماد کرتے ہیں۔

یہ ایک بات اور دوسری یہ کہ ہم بحیثیت امت اسلامیہ اپنی اور اپنے اغیار کی طرف سے عدسے کی مدد سے دیکھتے جسے ان لوگوں نے تراشا جو نہ صرف عربی سے نابلد ہیں بلکہ ہمارے عقیدے،تاریخ،احوال،فہم امور،احساس زندگی اور مقادیر اشیاء سے بھی ناواقف ہیں پھر اس سب کے بعد بھی یہ عموماً ہمارے لئے شر کا باعث ہیں نہ کہ خیر کا کیونکہ ان کے مقاصد،خاص مصالح اور قومی اھداف ہمارے لئے شر کی آگ بھڑکاتے ہیں کیونکہ ہماری خیر ان کے مقاصد سے متفق نہیں ہوسکتی اور ہمارے مصالح ان کے مصالح کو یکسر ختم کرنا چاہتے ہیں اور اگر ان ہاتھوں کو جو ہماری تاریخ کے کاتب ہیں مقاصد وخواہشات سے مبرا بھی فرض کرلیا جائے تب بھی ان کے منہج تاریخ کی غلطیاں جو اس منہج کے ساتھ چمٹی ہوئی ہیں اس بات کی ضامن ہیں کہ تاریخی حقائق کو ہمارے خلاف مسخ کیا جائے جبکہ ہماری مصلحت یہ ہے کہ ہم بشری تاریخ میں اپنے دور کی حقیقت جان سکیں اور تاریخی خطوط پر اپنا مقام معلوم کرسکیں اور عالم انسانی کے سامنے اپنی قدر ومنزلت اجاگر کرسکیں یہ فائدہ محض نظریاتی اور فکری فائدہ نہیں بلکہ اس سے بھی بڑا اور عام ہے اسی روشنی میں ہم عصر حاضر اور مستقبل میں اپنا موقف متعین کرسکتے ہیں اور ہمیں درپیش

عالمی عوامل وظروف کے متعلق مکمل معرفت وھدایت حاصل کرکے اور اپنی استطاعت کے مطابق ان عوامل وظروف کا مقابلہ کرکے اس دور میں رہ سکتے اور چل سکتے ہیں۔

ہم اپنے کالجز ویونیورسٹیوں میں خاص طور پر مسخ شدہ اسلامی تاریخ اور ضخیم یورپی تاریخ پڑھاتے ہیں یہ محض ایک بے مقصد غلطی نہیں بلکہ اس کے پیچھے مغربی استعمار کا خفیہ مقصد ہے جس کا اہم ترین حصہ یہ ہے کہ ہم اپنی تاریخ میں کوئی ایسی بات تلاش نہ کرسکیں جو ہمارے لئے باعث قوت ہو اور یہ کہ ہم یورپ کے اس کے برعکس خیال کریں جو وہ تاریخ انسان کے ابتدائی ادوار میں تھا چنانچہ جب ہم اپنے ماضی سے مایوس ہوجائیں گے اور انسانی زندگی میں اپنے دور سے اعراض کریں گے اور ہمارے نفوس میں یورپی ادوار کی پسندیدگی اور گورے کی بڑائی بھر جائے گی تو ہمیں استعمار کی زیر قیادت لانا آسان تر ہوجائے گا اور ہمارا قومی غرور خاک میں مل جائے گا ہماری گردنیں استعماری قوتوں کے سامنے سرنگوں ہوجائیں گی ہمارے کالجز اور یورنیورسٹیوں میں پڑھائی جانے والی تاریخ خاص طور پر انہی عوامل سے متاثر ہے۔

جبکہ ہمارے بیان کردہ منہج ونسق کے مطابق اسلامی تاریخ کی کتابت وترتیب ہی وہ واحد ضامن ہے جو ان اباطیل کا پردہ چاک کرسکتی ہے اور دین اسلام اور اس کے نظام اور اس سے انسانیت کو حاصل شدہ خیر وترقی اور اس کے بنی انسان کے لئے پیش کردہ عالیشان دور کا تصور کرنے کے بعد یہ اسلام کے پیش کردہ ادوار کے حقائق اور یورپی تہذیب کی حقیقت ثابت کرسکتی ہے۔

تیسری بات یہ کہ اس بات میں انسانیت کی مصلحت نہیں ہوسکتی کہ وہ زندگی کو ایک ہی ایسے زاویہ نگاہ سے دیکھے جو اس کی تمام اطراف کا احاطہ نہ کرسکے اور جو اس کے ماضی وحال سے فکری اندھیرے میں رکھے اور اس کے اقوام وتحریک کے لئے ضروری عوامل اور اس کی زندگی اور معاشرت کے لئے بنیادی انسانی اقدار تک سے ناواقف ہو یہ عدم واقفیت ایسی دیرپا اثر غلطیوں کو وجود بخشتی ہے جو محض فکر وتصور تک محدود نہیں ہوتیں بلکہ امتوں کے باہمی تعلقات اور باہمی ملکی بلاکس اور قومی سیاست اور جہت پر بھی اثر انداز

ہوتی ہیں ان میں سے بڑی غلطیوں کی وجہ سے انسانی تاریخ کی غلط اسٹڈی اور اسلام اور عالم اسلام کے قائم کردہ ادوار کے متعلق غلط رہنمائی ہے یہ عالم وحدت انسانی کی درخشندہ مثال ہے تمام مستقل انسانی خصائص اسی کے تابع ہیں قوت انسانی کی عظیم مثال ہے تمام مستقل انسانی خصائص اسی کے تابع ہیں قوت انسانی کی عظیم مثال ہے جس پر انسانی عسکری کمزوری درحقیقت عارضی طور پر ہی اثر انداز ہوسکتی ہے عمومی انسانی مصلحت کے نزدیک یہ تصحیح گراں قیمت ہے اور امم وعناصر وبلاکسی کے مابین رکاوٹیں ڈالنے میں اور جماعتوں، اجناس وافراد کے مابین باہم غلط اندازے سے قائم کرنے میں تاریخی غلطیوں کا بڑا گہرا کردار رہا ہے اور یہ سب باہم افرادی ،اصولی اور معاشرتی غلط اندازوں کے علاوہ ہے اور انسانیت کے حال اور استقبال کے لئے سخت مؤذی ہے ہر صاحب استطاعت پر اس کا اور اس کے اثرات کا ازالہ اور اس کی تصحیح اور اس کی روشن سمت متعین کرنا واجب ہے اس کے بعد یہ کہنا مناسب ہے کہ اس طرز ونسق کی اسٹڈی وایجنڈے سے تاریخی حادثات کے واقعاتی تسلسل اور مکمل تفصیل کا حصول ممکن نہیں اس کا بنیادی منصب حظ بیانی کے منصب سے نہایت مشابہ ہے جس میں اشارہ تو ہوتا ہے احاطہ نہیں رہنمائی تو ہوتی ہے استقصاء نہیں بالفاظ دیگر اس نوع کی اسٹڈی مخصوص تاریخی عقل کی ایجاد کی کوشش اور مخصوص تاریخی صورت کو وجود بخشنے کی سعی ہے جو ان لوگوں کو فائدہ پہنچائے گی جو تاریخی واقعات وشخصیات کو تفصیل وتجزیات کے ساتھ لیتے ہیں بلاشبہ تاریخی مطالعے میں یہ نہج ہی انسانی زندگی کے اسلامی ادوار اور اسلامی تشخص کے خصائص واضح کرنے میں مدد دے گا وہی بات کہ اسلامی بلکہ انسانی شخصیات کا صحیح سیاق میں تجزیہ کیا جائے ۔اس طرز مطالعہ کی قدر یہ ہے کہ منہج کا کھڑا کیا جائے پھر اس طریق پر چلا جائے پھر جب اس طریق کی مہمات میں کامیابی مل جائے تو یہی توفیق ہے (اسی منہج کے مطابق تاریخ اسلام کو از سر نو مرتب کرنے کے عنوان پر مسلمانوں کی ایک جماعت نے تالیفی کام کیا ہے انہوں نے اس امر کو مندرجہ ذیل مراحل میں تقسیم کیا ہے ۔اسلامی تاریخ کے مقدمات ،اسلام عہد رسول میں ،اسلامی ترقی ، پھیلاؤ ،اسلامی جدت وتجدید ،عصر حاضر کا عالم اسلام ،مؤلفین حضرات یہ ہیں:

① شیخ صادق عرجون

② ڈاکٹر محمد یوسف مرسی

③ ڈاکٹر عبدالحمید یونس

④ ڈاکٹر محمد النجار

⑤ سید قطب شہید رحمہ اللہ

واحد راستہ

روز بروز یہ بات واضح تر ہوتی جارہی ہے کہ تمام اسلامی گروہوں کے پاس اس سرزمین پر ایک راہ ہے جو انہیں قومی عزت، اجتماعی عدالت، استعماری عداوتوں اور سرکشی وفساد سے چھٹکارے کی طرف لے جاسکتی ہے صرف ایک راہ دوراہا نہیں جس میں شک نہیں جس سے مفر نہیں اسلام کی راہ اور اسی کی بنیاد پر دھڑا بندی۔

عالمی حادثات، احوال وظروف اور اسلامک گروپس سب ہی اسی طریق واحد کی طرف اشارہ کررہے ہیں یہ دینی اور وجدانی جذبات کا تقاضا نہیں بلکہ یہ حقائق وواقعات، ملکی استحکام اور محبت بقاء کا تقاضا ہے جذبہ ومصلحت تو اس میں شامل ہے اور ماضی وحال اس سے متصل ہے اور زمانے کے خطوط اور زندگی کے مقتضیات اس کی طرف اشارہ کناں ہیں۔ہمیں اکیلا مغربی استعمار چاٹے جارہا ہے ہمیں حصوں بخروں میں تقسیم کرتا جارہا ہے اپنے مفادات نہ کہ ہمارے مفادات کی خاطر ہمارے مابین بغض وعناد اور اختلافات کے بیج بوئے جارہا ہے اس نے ہر اسلامی مملکت میں ایسے لوگوں کا ففتھ کالم بنا رکھا ہے جن کے مفادات انہی سے وابستہ ہیں اور جو خود کو اپنی جماعتوں اور مملکتوں کی بنسبت ان کے زیادہ قریب سمجھتے ہیں اس نے ہر اسلامی شہر میں مخصوص حالات پیدا کررکھے ہیں جو اس کی دخل اندازی کو سہل

بناتے ہیں اس کی بقاء کی ضمانت دیتے ہیں اور ہر جگہ اس کے حامی و مددگار پیدا کرتے ہیں تو آخر ہم ان استعماری ہتھکنڈوں سے دوبدو مقابلے کے لئے کس سمت متوجہ ہوں؟ ان کے دھوکوں اور فریب میں مبتلا اشخاص ہمیں دعوت دیتے ہیں کہ مشرقی بلاک کی طرف متوجہ ہو جائیں جو اسلام و اہل اسلام کا ان کی سرزمین سے خاتمہ چاہتا ہے اس وقت سے ہی جب سے یہاں کمیونزم نے اپنی جڑیں گاڑی ہیں اور جو مسلمانوں کے خاتمے کے ایسے وسائل مہیا کرتا ہے جن سے تاتاری اور صلیبی بھی اپنے اپنے ظلم و جبر کے ادوار میں ناواقف تھے روس کی سرزمین پر رہائش پذیر مسلمانوں کی تعداد ۴۲ ملین تھی جو ظلم و ستم قتل و غارت گری اور معاشی بدحالی کی چکیوں میں پستے پستے اور سائبیریا کی خون جما دینے والی سردی میں جلاوطنی کی زندگی گزارتے گزارتے صرف تیس سال کے عرصے میں ۲۶ ملین رہ گئی ۱۶ ملین مسلمان سرزمین روس میں پھونک ڈالے گئے جبکہ سکیولر چین کے مشرقی ترکستان میں اسی طرح کی المناک داستانیں معمول کا حصہ ہیں یوگوسلاویہ سے اسلامی عناصر کا خاتمہ کیا گیا ایسے البانیہ میں الغرض زمین کا ہر قطعہ جہاں کمیونزم پہنچا مسلمانوں کو درندگی کا نشانہ بنایا گیا جس سے بچ جانے والے یہ تفصیلات بتاتے ہیں جیسا کہ جنگ عظیم اول کی داستانیں زبان زد عام ہیں اور اسی روسی قیصریت سے قبل بھی مسلمان دینی عصبیت کا نشانہ بنے رہے جبکہ آج کمیونزم عصبیت کے نام پر تباہی و ہلاکت کا سامنا کرتے ہیں یہ سب درحقیقت ایک ہی سلسلے کی دو مختلف کڑیاں ہیں وہ صلیبیت جسے آج تک یورپ بھول نہیں پایا خواہ اس کے نظام کتنے ہی بدل جائیں روح وہی صلیبی رہتی ہے اسے صلیبیت کا نام دینے والا فیلڈ مارشل اللنبی جب جنگ عظیم کے دوران بیت المقدس میں داخل ہوا تو کہنے لگا کہ ''اب صلیبی جنگیں اپنے اختتام کو پہنچیں'' اسے صلیبیت کا نام دینے والا جنرل کا ترو دمشق میں ۱۹۴۱ء میں کہتا ہے ''ہم صلیب کے وفادار خادم ہیں، جسے ہمارا حکم پسند نہیں وہ نکل جائے'' اور ۱۹۴۵ء میں الجزائر میں زمیل نے بھی ایسی ہی بات کہی یہ صلیبیت یورپ میں بھی اسی طرح ہے جس طرح امریکہ میں ہے اور جس طرح کمیونسٹ ممالک میں ہے یہ سب ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے ہیں اسلام کے خلاف صلیبی

تعصب وعناد اور کمیونسٹ تعصب جو عموماً تمام ادیان اور خصوصاً اسلام کا دشمن ہے یہ اقوام یہاں وہاں مغربی ومشرقی بلاکس میں مذہبی آزادی کے نعرے لگا کر اپنے گلے پھاڑتے ہیں یہ سب یا تو دھوکہ دے رہے ہیں یا دھوکہ کھا رہے ہیں حادثات واقعات کہتے ہیں کہ مسلمان نہ تو مغرب میں قابل رحم رہتے ہیں نہ ہی مشرق میں یہ دونوں ہی مسلمانوں کے بے رحم دشمن ہیں مغرب سامراج کی گندی جونک کے ذریعے مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے اور مشرق کتنے ہی بہانے بنا کر ان کے استیصال میں لگا ہوا ہے ۔دھوکے باز اور فریب میں مبتلا لوگ ہمیں روسی دستور کے حوالے دیتے ہیں اس میں حریت اعتقاد کی دفعہ دکھاتے ہیں ہاں وہاں آپ کے لئے مذہبی آزادی ہے پر اس بنیاد پر کہ آپ کو راشن کارڈ مہیا نہیں کیا جائے گا کہ جس کے بغیر وہاں خوراک ودیگر بنیادی ضروریات حاصل ہی نہیں کی جاسکتیں پھر آپ جیسے چاہیں اللہ کی عبادت کریں لیکن سامان مملکت سے آپ کو کچھ نہیں ملے گا پھر تم جانو تمہارا کام جانے یا تو اللہ کے لئے بھوکے مرجاؤ یا درندوں کے ساتھ بہیمانہ زندگی گزارو۔ ہمارے پاس مغربی یا مشرقی بلاکس میں ضم ہونے کا کوئی راستہ نہیں یہ دونوں ہی ہمارے اور انسانیت کے دشمن ہیں اور قاتل ہیں کمیونزم اور عوامیت وجمہوریت اپنی سرزمین پر اپنے ماننے والوں کے لئے تو نعمت ہیں لیکن اسلامی جماعتوں کے لئے بلاء وعذاب ہیں استعمار ایک مصیبت ہے جس سے نجات واجب ہے اور کمیونزم لاکھوں مسلمانوں پر مسلط ایسی ہی بلا ہے جس نے مسلمانوں کو اپنے چنگل میں لے رکھا ہے جبکہ اسلام کا وطن ہی ایک ہے جس نے کسی ایک مسلم پر ظلم ڈھایا اس نے تمام مسلمانوں پر ظلم کیا ایسی کوئی راہ نہیں کہ ہم خود کو یہاں یا وہاں ہلاکت کا لقمہ بنالیں مغربی سامراج اسلام کے ہر حقیقی مظہر کے خلاف برسرپیکار ہے اگرچہ وہ چند ایسے مظاہر موھومہ کو باقی رکھنے کا بھی روادار ہے جو اس کی راہ ومنزل کا کانٹا نہ بنیں ۱۹۰۹ء میں جبل زیتون فلسطین میں تمام مشنریز کی کانفرنس کے موقع پر ایک مقرر کہنے لگا کہ ''۱۰۰ سالہ مغربی تبلیغ عالم اسلام میں بری طرح ناکام ہوچکی ہے کیونکہ اسلام سے عیسائیت کی طرف آنے والے دو طرح کے فرد ہیں یا تو وہ جو لالچ یا زبردستی کی وجہ سے عیسائی بنا یا معاشی تنگدستی کے ہاتھوں مجبور ہوکر

عیسائی بنا تا کہ زندہ رہ سکے'' یہاں القس زویمر کھڑا ہوا جو اہل مصر کے ہاں معروف ہے اور کہنے لگا کہ! ہر گز نہیں اس گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی مبلغین عالم اسلام میں اپنے مشن سے ناواقف ہیں ہمارا مشن یہ نہیں کہ مسلمانوں کو اسلام سے نکال کر عیسائیت میں داخل کر دیں ہر گز نہیں ہمارے مشن کا ماحصل یہ ہے کہ ہم انہیں مسلمان نہ رہنے دیں اور بس ہم انہیں اپنی تعلیمات وافکار اور تہذیب وتمدن کا دالدادہ بنا دیں اور اس میں ہم مکمل طور پر کامیاب رہیں ہیں ہر فرد جوان تعلیمی اداروں سے پڑھ کر نکلتا ہے صرف مشنری ادارے نہیں بلکہ سرکاری اور پرائیویٹ ادارے بھی وہ ہمارے تیار کردہ مناہج کی ہی اتباع کرتا ہے جنہیں ہم نے بنایا ہے یا ہمارے تربیت یافتہ ماہرین تعلیم نے جو فرد بھی ان اداروں سے تعلیم حاصل کر کے نکلے گا وہ اسلام سے عملاً نکل چکا ہوگا اگر چہ نام کا مسلمان ہی رہے لاشعوری طور پر ہمارا اور ہماری سیاست کا مددگار بن چکا ہوگا یا ہمارے لئے نکما اور بے ضرر ضرور ہوگا ہمیں اس سے کوئی خوف نہ ہوگا قسم سے ہم کامیاب ہیں مکمل کامیاب۔''

یہ ہے مغربی بلاک کا نظریہ رہا مشرقی بلاک تو اس نے اسلام اور اہل اسلام کے خاتمے کے لئے ملکی سالمیت کے نام پر استیصال واستبداد کے تمام تر ہتھکنڈے آزما لئے اور تا حال اسی روش پر قائم ہے۔

ان حالات میں ہمارا راستہ بڑا واضح ہے بس آخری راستہ کہ ہم اسلامی بلاک میں شامل ہو جائیں یہی ہماری بقا عزت ووقار، استعمار اور استعماری ہتھکنڈوں سے نجات کا ضامن ہے اسی میں اس بات کی ضمانت ہے کہ ہم کمیونزم کے مہلک سیل رواں کے آگے بندھ باندھ سکیں۔

اسلامی بلاک میں کسی بھی طرح کے تعصب کا کوئی معنی نہیں اسلام آج کے دور میں واحد ضمانت ہے اپنے مخالف عقیدہ رکھنے والوں کے لئے تعصب سے روکتا ہے اور عملاً مکمل مذہبی آزادی دیتا ہے جو اپنے سائے میں آنے والی انسانیت کو بلا امتیاز سلامتی کا پیغام دیتا ہے خواہ اسے سینے سے لگائیں یا نہ لگائیں یہ مغرب کے گناہگار اور ظالم اشعار کا قائل نہیں اور نہ ہی کمیونزم کی طرح اپنے مخالفین کو کچلنے کا روادار ہے یہ ایک عالمی نظام ہے کافر لا دین جس کے دامن عافیت میں تمام اجناس وعقائد سما سکتے ہیں

کہ اس کے سائے میں امن وسلامتی سے رہیں۔

چنانچہ ہمارا راستہ یہ ہے کہ ہم استعمار سے ہر تعلق توڑ لیں خواہ اس کا کوئی بھی نام ہو اور کیسا ہی عنوان ہو اور ہر اس سبب کو اختیار کر لیں جو مشرقی بیڑی سے آزاد کر دے جس مشرق نے اپنی سرزمین پر اسلامی عناصر کا گلا گھونٹا ہے کہ سیاہ تاریخ میں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔

بس یہی ایک راستہ ہے عزت ومصلحت، دنیا وآخرت کا راستہ آسمان میں اللہ کا راستہ زمین پر خیر کا راستہ ۔فتح ونصرت عزت وعروج کا راستہ فقط یہی راستہ ہے۔

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

http://www.muwahideen.tk

info@muwahideen.tk